SHNAKHAT E(ISSN) 2709-7641, P(ISSN) 2709-7633
Vol:3, ISSUE:1 (2024) PAGE NO: 206-218
Publishers: Nobel Institute for New Generation
http://shnakhat.com/index.php/shnakhat/index

Cite us here: Zee Hasham Haider, & Dr. Rafia Malik. (2024). Urdu Translations of Kashf-ul-Mahjub: کشف المحجوب کے اردو تراجم. *Shnakhat*, *3*(1), 206-218. Retrieved from https://shnakhat.com/index.php/shnakhat/article/view/254

Urdu Translations of Kashf-ul-Mahjub

کشف المحجوب کے اردو تراجم

PhD Scholar, Department of Urdu, National College of Business Administration and Economics, Sub Campus Multan
Assistant Professor, Department of Urdu, National College of Business Administration and

Zee Hasham Haider Dr. Rafia Malik

PhD Scholar, Department of Urdu, National College of Business Administration and Economics, Sub Campus Multan
Assistant Professor, Department of Urdu, National College of Business Administration and
Assistant Professor department Urdu, Govt. College University Faisalabad

Abstract

It cannot be denied that translation has been the main need of language in all ages. Through translation, language expands and grows by being exposed to a new mood. Language difference has always been a major obstacle to unity and unity between different nations and groups, while the culture of translation removes this obstacle. As far as Kashf-ul-Mahjub is concerned, it is a famous scholarly book in the Persian language on the subject of Sufism of the fifth century Hijri.It is very popular especially in Iran and the sub-continent of Pakistan. Which is a precious works of Sheikh Tariquat Hazrat Syed Ali Hajwari (R.A) Died 470 Ah. Kashf-ul-Mahjub is also called the encyclopedia of Sufism. Kashf-ul-Mahjub is a master piece of Hazrat Syed Ali Hajwari. May Allah have mercy on him, which has many aspects and the number of its translations is also increasing day by day in Urdu and other languages. Form Which the height of Kashf-ul-Mahjub can be well estimated.
Keywords: Kashe-ul-Mahjub, Hazrat Syed, Ali Hajwari, Encyclopedia of Sufism

ترجمہ (تر+ج+مہ) اسم مذکر ہے۔ جس کے لغوی معنی ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل کرنا۔ (۱)

جہاں تک ترجمے کی تعریف کا تعلق ہے۔ اسے ہم ان الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں کہ ترجمہ کسی زبان پر کئے گئے ایسے عمل کا نام ہے۔ جس میں کسی اور زبان کے متن کی جگہ دوسری زبان کا متبادل متن پیش کیا جائے۔ اس تعریف میں معانی، مفہوم، مطلب، انداز بیاں اور اظہار بیاں، اسلوب اور انداز کے تمام پہلو آجاتے ہیں۔ (۲)

ترجمہ بڑا مشکل کام ہے۔ یہ نگینہ جڑنے کا فن ہے۔ جو بڑی مہارت اور ریاضت چاہتا ہے۔ ایک زبان کے معانی اور مطالب کو دوسری زبان میں اس طرح منتقل کرنے کے لیے کہ اصل عبارت کی خوبی اور مطلب جوں کا توں باقی رہے دونوں زبانوں پر یکساں قدرت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو عام طور پر کمیاب ہوتی ہے۔ ترجمے تو بہت ملتے ہیں۔ اچھے ترجمے خال خال ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دو زبانیں جانتا ہے۔ بزعم خود مترجم بن بیٹھتا ہے اور ایسے ایسے گل بوٹے کھلاتا ہے کہ ترجمے کی اہمیت اور افادیت مجروح ہو جاتی ہے اور ترجموں پر سے اعتبار اُٹھ جاتا ہے۔

ذرائع آمدورفت میں وسعت اور سرعت آجانے کی وجہ سے دنیا کی مختلف زبانیں بولنے والوں میں ارتباط اور اختلاط روز بروز بڑھتا جارہا ہے اور ایک دوسرے کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے ضرورتاً ایک دوسرے کی زبان سیکھنی پڑتی ہے اور ملوکیت میں وہ افراد یا طبقے ہمیشہ ممتاز رہے۔ جنہوں نے حاکموں کی زبان سیکھنے میں سبقت کی۔ حاکموں نے بھی محسوس کیا کہ امن واستحکام کے لیے صرف زور بازو ہی کافی نہیں ہے۔ دلوں کو بھی مسخر کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے محکوم قوموں کی زبان اور ثقافت سے بھی آشنائی ضروری ہے۔ اجنبیت اور مغائرت کو کم کرنے کے لیے ترجموں کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔

علم کی وسعت اور علمی اور سائنسی دریافتوں کی کثرت سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے میں ترجموں کا بڑا ہاتھ رہا ہے۔ علم کی وسعت اور علمی اور سائنسی دریافتوں کی کثرت سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے میں ترجموں نے بڑی مدد کی ہے۔ یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں عربی کے تراجم کا بھی ہاتھ ہے۔ ترجمہ وہ کنجی ہے۔ جس کے ذریعے علوم وفنون کے خزانے سب کے لیے کھل جاتے ہیں۔ اسی لیے روز بروز ترجموں کی اہمیت بڑھتی جارہی ہے اور ترجمے نے بھی تخلیق کا درجہ پالیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ترجمہ خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو، اس میں اصل کے تمام محاسن آہی نہیں سکتے۔ یہ بات مشرقی ترجمے کے لیے، ان زبانوں کے لیے تو ٹھیک ہے۔ جو ابھی ترقی یافتہ نہیں ہیں۔ جو ہر قسم کے معانی و مطالب کے اظہار پر قادر ہوں مگر دنیا کی ترقی یافتہ زبانیں اب اس مرحلے پر پہنچ گئی ہیں کہ وہ کم از کم نثری تخلیقات کو بجنسہ دوسری زبانوں میں منتقل کر سکیں۔ کسی دوسری زبان سے براہ راست استفادہ کرنے والے ہمیشہ تھوڑی تعداد میں ہوتے ہیں۔ لہذا ترجمے کی ضرورت ہمیشہ باقی رہے گی۔(۳)

اب کشف المحجوب کے اردو تراجم کا تعارف پیش کرنے سے پہلے کشف المحجوب کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے:

مخدوم الاولیاء سلطان الاصفیاء حضرت سید علی ہجویری معروف بہ حضرت داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ العزیز، اس قدسی گروہ کے سرخیل ہیں۔ جو امام رُسل، ہادیِ سبل، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی باکمال محبت اور متابعت سے ولایت کے ارفع واعلیٰ مقام اور بلند مراتب پر فائز ہو کر خلافت الٰہیہ اور حضرت سید الانبیاء ﷺ کی نیابت کبریٰ کے منصب جلیلہ پر متمکن ہوتے ہیں اور چونکہ انہوں نے اپنے آپ کو محبوب خدا کی محبت میں فنا کر دیا ہوتا ہے۔ انہیں بھی مقام محبوبیت عطا ہو جاتا ہے اور وہ زمین پر خلیفۃ اللہ اور مظہر انوار خدا اور نائب محبوب خدا ہوتے ہیں۔ لہذا ان کی ظاہری زندگی میں بے پناہ فیض رشد و ہدایت جاری ہوتا ہے۔ چنانچہ بعطائے الٰہی و بفیض سرور عالم ﷺ حضرت سید علی ہجویری نے اپنی حیات مبارکہ میں کفرستان ہند میں اسلام کا پرچم لہرایا اور اپنی روحانی قوت اور نظر کیمیا اثر کے ذریعے بے شمار گم گُشتگان بادیہ کفر وضلالت کو صراط مستقیم پر گامزن کیا اور ان کے سینوں کو نور اسلام سے منور فرمایا۔

حضرت سید علی ہجویری سادات حسنی سے ہیں۔ آپ کے آباواجداد غزنی کے رہنے والے تھے اور ہجویر غزنی کے ایک محلے کا نام ہے۔ اس لیے آپ "علی ہجویری" کہلاتے ہیں اور "داتا گنج بخش" آپ کا لقب ہے۔(٤)

حضرت سید علی ہجویری قدس سرہ کا سال ولادت کسی قدیم کتاب میں درج نہیں۔ اس دور کے مؤلفین نے ظن وتخمین سے کام لیا ہے۔ پروفیسر نکلسن کا خیال ہے:

"ان کی پیدائش دسویں صدی کے آخری عشرہ میں یا گیارہویں صدی کے ابتدائی عشرہ میں ہوئی ہوگی۔ یعنی ۳۸۱ھ یا ٤٠١ھ۔"

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع لکھتے ہیں:

"اندازے سے کہا جاتا ہے کہ ان کی ولادت پانچویں صدی کے شروع میں ہوئی ہوگی۔"

ڈاکٹر مبین الحق کی رائے یہ ہے:

" بعض لوگوں نے ان کی پیدائش کا سال ٤٠٠ھ لکھا ہے، لیکن اس کو یقینی نہیں کہا جاسکتا۔"

مفتی محمد دین فوق رقم فرماتے ہیں :

"ان کا پیدائش کا فخر ٤٠٠ھ یا ٤٠١ھ کو حاصل ہوتا ہے۔"

سال ولادت کے باب میں مذکورۃ الصدر قیاس آرائیوں کی تائید "رسالہ ابدالیہ" سے بھی ہوتی ہے۔یعنی رسالہ مذکورہ کے مؤلف نے لکھا ہے کہ حضرت سید علی ہجویری وقتاً فوقتاً محمود غزنوی کے دربار میں جاتے تھے اور انہوں نے عنفوانِ شباب میں ایک ہندی فلسفی سے مناظرہ بھی کیا تھا۔عنفوان شباب سے بیس اکیس سال عمر فرض کر سکتے ہیں۔ محمود ٤٢١ھ میں فوت ہوا۔ لہذا رسالہ ابدالیہ کی اس روایت کی بناء پر حضرت کا سال ولادت ٤٠٠ھ کے لگ بھگ قرار دیا جاسکتا ہے۔(٥)

دیگر سوانحی حالات کی طرح حضرت سید علی ہجویری کی تاریخ وفات کے بارے میں بھی تذکرہ نگار حضرات کے درمیان شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ قدیم ترین ماخذ "نفحات الانس" اور "سفینۃ الاولیائ" میں واضح بات نہیں ہے۔ "نفحات الانس" میں تو جامی نے تاریخ وفات ذکر ہی نہیں کی ہے۔ "سفینۃ الاولیائ" کا جو ترجمہ کراچی سے شائع ہوا ہے۔ اس میں ہے کہ:

"آپ کی وفات ٤٥٦ھ یا ٤٥٤ھ کو ہوئی۔"(٦)

کشف المحجوب کو تصوف کا انسائیکلوپیڈیا بھی کہا جاتا ہے۔ کشف المحجوب ایک ایسی کتاب ہے۔ جس کو اگر کوئی پڑھتا چلا جائے تو اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ صرف اس کتاب کو پڑھ ہی نہیں رہا۔ بلکہ یہ کتاب اس پر طاری ہونا شروع ہو گئی ہے اور جب کشف المحجوب کسی پر طاری ہوتی ہے تو سارے حجابات اٹھنا شروع ہو جاتے ہیں اور جب حجابات اٹھتے ہیں تو پھر انوار الٰہیہ اس کو نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

"کشف" کے لغوی معنی "کھولنا، ظاہر کرنا"، کسی چیز پر سے پردہ اٹھانا اور مجوب کے معنی حجاب کیا ہوا، پردہ میں پوشیدہ ہیں۔ جبکہ کشف المحجوب کے معنی ہیں۔ پردے دور کرنے والی۔(٧)

کشف المحجوب فارسی زبان میں علم تصوف کی اولین اور معتبر ترین تصنیف ہے جو صوفی علماء کے نزدیک نظری اور علمی اصول پر تنظیم ہوئی ہے۔ خود مسلمانوں اور مستشرقین جنھوں نے اسلامی تصوف میں تحقیق کی ہے اس کتاب کو نہایت اعلا شمار کیا ہے۔ کیا وہ جو اس موضوع پر بحث و تمحیص میں لگے اور کیا وہ کہ جن کی تمام تر کوششیں تصوف کی کتب اور ان کے تراجم کی اشاعت میں صرف ہوئیں۔ کشف المحجوب فارسی میں لکھی جانے والی ایک منفرد تصنیف ہے۔ اس کا موضوع ایک استفسار ہے۔ جو حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے احباب میں سے ایک دوست ابو سعید ہجویری ہیں انہوں نے حضرت سے التماس کی کہ ایک کتاب تصنیف فرمائیں جس کا موضوع علم تصوف ہو اور اس میں سارے حجاب بیان کریں تاکہ مستفید ہو سکوں۔ حضرت سیّد علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے بڑی شرح و بسط سے کتاب تصنیف کی ہے۔ اس صورت میں کہ جس طرح عامی کے لیے طریقت شریعت کی توضیح کی جاتی ہے اور تعلیمات صوفیہ اور دین اسلام کے مابین جس طرح موافقت دی جاتی ہے اور یہ وہ اسلوب ہے کہ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ سے پہلے متصوف مؤلفوں نے ان کے بارے میں بحث کی ہے جیسے کہ ابو نصر سراج طوسی نے "کتاب اللّمع" میں اور ابو القاسم قشیری" نے "رسالہ قشیری" میں اور جو کچھ کہ ہجویری علیہ الرحمۃ کے بعد امام غزالی کے توسط سے ان کی تصنیف "احیاء العلوم الدین" میں بیان ہوئی۔ "کشف المحجوب بعض کے نزدیک، ایک اندازے کے مطابق "کتاب اللّمع" سے بہت مشابہ ہے۔ دونوں کتب تصوف میں بہت موضوعات مشترک ہیں بلکہ اسلوب بھی ایک جیسا ہے۔ یعنی حضرت سید علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے "کتاب اللمع" پر اعتماد کیا ہے۔ اسی طرح کشف المحجوب میں "رسالہ قشیریہ" سے بعض فصلیں فارسی میں ترجمہ ہو کر شامل ہو گئی ہیں کیوں کہ حضرت اپنی تحریر میں خود اعتراف کرتے ہیں کہ وہ رسالہ قشیریہ سے

آگاہ تھے اور اس سے استفادہ کیا ہے۔ ابو نصر سراج کی کتاب اللمع اور قشیری کے رسالہ کے علاوہ حضرت نے ابو عبدالرحمن السلمی کی کتاب طبقات الصوفیہ پر بہت اعتماد کیا ہے اس میں سے بہت موضوعات حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے نقل کیے ہیں اسی طرح بعد میں آنے والے صوفیاء نے کشف المحجوب سے استفادہ کیا ہے بلکہ اس کے تراجم سے بھی مستفید ہوتے رہے ہیں۔ یعنی "کشف المحجوب" کے فارسی متن سے مطالب نقل کیے ہیں تو کسی نے فارسی سے عربی میں لکھی تو عربی متن سے عرب ملکوں کے صوفیاء نے استفادہ کیا اور جس نے کشف المحجوب کو انگریزی میں ترجمہ کیا تو بہت سوں نے انگریزی متن کو پڑھ کر یعنی انگریزی ترجمے سے استفادہ کیا ہے۔ انگریزی ترجمہ "کشف المحجوب" مشہور مستشرق رینالڈ اے، نکلسن (Reynold A. Nicholson) نے لکھا جسے ۱۹۱۱ء میں لندن میں شائع کیا گیا۔ "کشف المحجوب" کو دیگر علاقائی زبانوں میں بھی ترجمہ کیا گیا جن میں حاجی علی محمد کا سندھی زبان میں کیا گیا ترجمہ ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا جس سے بہت سوں نے استفادہ کیا۔ اس طرح محمد شریف صابر کا پنجابی زبان میں کیا گیا ترجمہ بھی بہت اچھی کاوش ہے۔

"کشف المحجوب" فارسی زبان میں لکھی جانے والی تصوف کے موضوع سے اولین کتب میں شمار ہوتی ہے اس سے پہلے تصنیف ہونے والی کتب کی زبان عربی ہے۔ مثلاً ابو نصر سراج کی "کتاب اللمع" ابو طالب مکی کی "قوت القلوب" الکلابادی کی کتاب "التعرف" اور السلمی کی "طبقات الصوفیہ" ابو نعیم کی "حلیۃ الاولیاء اور رسالہ قشیریہ ہے۔ حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے اس کتاب التصوف یعنی "کشف المحجوب" کو راہ سلوک پر گامزن افراد کی آسانی کی غرض سے سہل فارسی میں لکھا۔ ایک جگہ خود فرماتے ہیں کہ میری مراد اس کتاب سے اثبات اصول طریقت ہے بلکہ ایک اور جگہ پر فرمایا کہ مقصد تحریر اس تصنیف سے یہ ہے کہ طریقت کے مغلقات کو کھولا جائے۔ کتاب میں تاریخی عنصر قریباً مفقود ہے کسی واقعہ کی تاریخ نہیں دی گئی۔ شاید ایک حد تک اس کی وجہ یہ تھی کہ بقول ان کے لاہور میں جہاں کتاب مکمل ہوئی، ان کی اپنی دیگر کتب میسر نہ تھیں اور نہ ہی ان کے پاس دیگر حوالہ جات کے طور پر کتب موجود تھیں۔ غریب الوطنی کا سا سماں تھا کفر کے اس ملک میں اسلام کی روشنی بہت کم تھی۔ اس کتاب تصوف میں حضرت داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ کی حیثیت ماہر اصول علم تصوف کی ہے اگر کسی صوفی کا حال بیان کرتے ہیں تو اس سے اتنی گہری معلومات ذکر کرتے ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے ان کے ساتھ کچھ وقت گزارا ہے اور اس صوفی بزرگ کے حالات بیان کرنے کے بعد وہ اس کے معمولات زندگی اور دو چار اقوال بیان کرنے کے بعد وہ ان مسائل کی حقیقت پر ایک ضمنی عنوان قائم کر کے ایک پوری فصل لکھ دیتے ہیں یہی اسلوب تحریر منفرد اور دلکش ہے یعنی جو اس کتاب کو پڑھتا ہے حضرت کی باتیں اس کے دل و روح میں سرایت کر جاتیں ہیں۔

حضرت سیّد علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے کشف المحجوب میں قرآن پاک، سیرت النبی ﷺ اور فقہی مسائل کا نچوڑ پیش کیا ہے جس سے اس تالیف لطیف کا معیار اور زیادہ پختہ اور معتبر ہو جاتا ہے کشف المحجوب بیک وقت علم، دانش، سائنس، طب، فکر، تہذیب، تمدن، سیاحت اور سیاست کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔

یہ کتاب ہر زمانے کے ہر شخص کے لیے ہے ساڑھے نو سو سال پہلے حضرت سیّد علی ہجویری نے جب یہ کتاب لکھی تھی تو ان کے سامنے بھی یہی بات ہو گی کہ یہ کتاب ہر عام اور خاص لوگ پڑھیں۔ حضرت سیّد علی ہجویری نے یہ کتاب فارسی میں لکھی مگر فارسی میں لکھی گئی کشف المحجوب شاید اتنی مشکل نہیں ہے جتنا ترجمہ نگاروں نے اسے اردو زبان میں منتقل کرتے ہوئے مشکل اور ثقیل بنا دیا ہے۔

اب ہم کشف المحجوب کے اردو تراجم جو راقم الحروف کو میسر آئے ان کا زمانی اعتبار سے تعارف پیش کر رہے ہیں۔

کشف المحجوب (اردو) از ظہیر احمد ظہیری: ۱۹۲۵ء میں ظہیر المطوب کے نام سے تاجران کتب شہر لاہور سے شائع ہوا۔ یہ ترجمہ راقم الحروف کو دستیاب تمام تراجم میں سے سب سے پرانا ترجمہ ہے جسے ظہیر احمد ظہیری نے بڑی محنت کے ساتھ لکھا ہے۔ اس میں جو زبان استعمال کی گئی ہے وہ بہت ثقیل ہے اور اس میں قدیم اردو الفاظ کو بھی بہت استعمال کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے آج کا قاری اس کو بآسانی سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے وقت کا یہ شاہکار ترجمہ ظہیر احمد ظہیری کی عالمانہ صلاحیت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور یہ ترجمہ اصل کے بھی قریب تر ہے اور اس ترجمہ میں عربی آیات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ لیکن جیسے کہ پچھلے ابواب میں بھی بتایا گیا ہے کہ مترجم چونکہ دو زبانوں کے درمیان پل کا کام کر رہا ہوتا ہے تو اس لیے مترجم کا یہ اولین فرض ہوتا ہے کہ وہ ایسے الفاظ، جملوں اور تراکیب کا استعمال کرے کہ قاری بآسانی مصنف کی باتوں

کو سمجھ سکے۔ لیکن ظہیری کے اس ترجمہ میں ان اصولوں کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا گیا۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جس دور میں یہ ترجمہ کیا گیا تو اس وقت ایسی ثقیل اُردو کا رواج تھا۔ اس لیے ظہیری نے ان الفاظ کو جگہ دی جو اب دور حاضر میں متروک شمار کئے جاتے ہیں اور کچھ کی املا بالکل بدل گئی ہے۔ لیکن اگر اس ترجمہ کا اجمالی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ظہیر احمد ظہیری نے اس ترجمہ پر خاصی محنت کی ہے اور چونکہ وہ ایک عالمانہ شخصیت کے مالک تھے تو وہ رنگ ہمیں ان کے اس ترجمہ میں بھی نظر آتا ہے۔ اس ترجمہ کی زبان عالمانہ ہے۔ اور ایک بہت اچھی کاوش ہے۔

کشف المحجوب (اردو) از شمس الدین ایزدی: ۱۹۲۷ء میں داتا گنج بخش سے غلط منسوب ترجمہ "فقر نامہ معروف و مشہور بہ کشف الاسرار" کے ساتھ شائع ہوا۔

یہ ترجمہ بھی بڑی محنت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ جسے شمس الدین ایزدی نے حسب فرمائش الٰہی بخش محمد جلال الدین تاجران کتب لاہور نے شائع کیا ہے۔ اس ترجمہ کی کتابت بھی قدیم طرزِ کتابت پر ہے۔ اس کے بارے میں مترجم نے دیباچہ میں کچھ یوں لکھا ہے کہ کیونکہ اس نامی گرامی تصنیف کی اصل زبان فارسی ہے لیکن چونکہ فی زمانہ اس کے مطالعہ و فہم مطالب سے اکثر عام ہندی لوگ قاصر رہتے تھے اس لیے اس کتاب کا عام فہم اردو ترجمہ کیا گیا ہے امید ہے کہ اب اردو دان وارد و خوان اصحاف کافی دوافی طور پر نہایت آسانی اور سہولت کے ساتھ اس گنج بے بہا کے گوہر ہائے آبدار سے استفادہ کر سکیں گے۔

لیکن اس ترجمہ کے مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ مترجم نے اپنے دور کے لوگوں کے لئے تو شاید اسے آسان اردو میں ڈھالا لیکن حقیقت میں اس میں اُردو کے ثقیل اور متروک الفاظ کے استعمال کا بھرمار ہے۔ جسے آج کے دور کا قاری بآسانی سمجھنے سے قاصر ہے۔ شمس الہند ایزدی نے اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ترجمہ کو ایک خاص اسلوب کے ساتھ بڑی محنت سے لکھا اور اپنی کوشش میں وہ ہمیں کامیاب بھی نظر آئے ہیں کہ انہوں نے اصل متن کا کوئی لفظ چھوڑے بغیر یہ ترجمہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ہم اس کو اصل متن کا مکمل اور حرف بہ حرف صحیح ترجمہ کہیں تو کچھ غلط نہ ہو گا۔ لیکن اگر مترجم اس کو آسان اردو کے الفاظ کے ساتھ بھی مزین کر دیتے تو اس ترجمہ کی قدر و قیمت میں چار چاند لگ جاتے۔

اس ترجمہ کا اسلوب بھی عالمانہ ہے اور مشکل فارسی تراکیب کو آسان اردو تراکیب میں ڈھالا گیا ہے۔ جس سے قارئین کو مصنف کے خیالات اور مفہوم کو سمجھنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ اس لئے شمس الہند ایزدی کا یہ ترجمہ اپنی مثال آپ ہے اسے مکمل ترجمہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کیونکہ مترجم نے دیگر مترجمین کی طرح ابواب کے عنوانات کو بھی نہیں چھیڑا بلکہ جیسی ابواب بندی اصل فارسی متن میں ہے اس کو بالکل ویسے ہی ترجمہ کر دیا ہے اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کی ہے۔

کشف المحجوب (اردو) از مولوی محمد حسین مناظر: یہ ترجمہ مولوی محمد حسین مناظر کا شاہکار ہے جسے ملک دین محمد اینڈ سنز لاہور نے ۱۹۵۵ء شائع کیا ہے۔ کتاب کا ٹائٹل بہت پیارا ہے اس پر حضرت سید علی ہجویری کے مزار شریف کی ایک نادر تصویر بھی لگائی گئی ہے۔ جہاں تک ترجمہ کا تعلق ہے اس کی زبان نہایت سادہ اور شستہ ہے۔ مترجم نے نہایت ہی آسان اور سہل الفاظ و تراکیب کا انتخاب کیا ہے۔ جس نے اس ترجمہ کو ہر دور کے پڑھنے والے طالب علموں اور عالموں دونوں کے لئے بہت ہی آسان کر دیا ہے۔

حضرت سید علی ہجویری کی کشف المحجوب کی زبان چونکہ فارسی ہے اور آہستہ آہستہ فارسی سے قارئین کی دوری نے اسے مشکل کر دیا ہے کہ کوئی براہ راست فارسی سے استفادہ حاصل کرے یہی وجہ ہے کہ کئی مترجمین نے سعی کر کے اس عظیم کتاب کو اردو کے قالب میں ڈھالا ہے تاکہ طالبان حق اس کتاب کے اندر موجود مصنف کی باتیں باآسانی سمجھ سکیں۔ مولوی محمد حسین مناظر بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے اپنا دن رات ایک ایک کر کے اس تصوف کی اولین فارسی کتاب کا آسان اردو ترجمہ کیا ہے کہ آنے والے ہر دور میں ہر عام و خاص اس کو باآسانی سمجھ سکے۔ اس ترجمہ کی زبان سادہ ہے۔

کشف المحجوب (اردو) از ڈاکٹر خیال امروہوی: یہ ترجمہ شیخ غلام علی اینڈ سنز ناشران و تاجران کتب کشمیری بازار لاہور نے ۱۹۶۰ء میں شائع کیا۔ جہاں تک خیال امروہوی کے اس ترجمے کی اہمیت کا تعلق ہے اس کے بارے میں مترجم خود رقمطراز ہے کہ اس نے یقیناً ایک بڑی ذمہ داری قبول کی ہے اور حتی الوسع سعی کی ہے کہ صاحب

کشف المحجوب کے ارشادات کو من عن بہتر نگارش میں ڈھال دوں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خیال امروہوی نے اس پر منُ عن عمل بھی کیا ہے جس کا منہ بولتا ثبوت ان کا یہ ترجمہ ہے۔ اس لئے انہوں نے بڑی آسان اور سادہ زبان میں ترجمہ کیا ہے جس سے ہر سطح کا قاری باآسانی فیض یاب ہو سکتا ہے۔ ترجمہ کرنا بذات خود ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو مترجم کے کاندھوں پر آتی ہے۔ اور جب کسی کتاب کا ترجمہ کیا جار ہا ہو وہ ایک مذہبی کتاب ہو تو مترجم کی ذمہ داری دگنی ہو جاتی ہے کیونکہ اب مترجم نے کسی بھی مذہبی تعصب سے خود کو دور کر کے مصنف کے اصل ارشادات کو بیان کرنا ہوتا ہے اور یہ فن ترجمہ نگاری کا تقاضا بھی ہے کہ مترجم کوئی بات اپنی طرف سے کم یا زیادہ نہ کرے بلکہ من و عن وہی بات اپنے ترجمہ میں لائے جو بات اصل مصنف نے کہی ہو اور خیال امروہوی اس میں کامیاب ہوئے ہیں۔ انہوں نے بہت ہی اچھے اور عام فہم انداز میں وہ ساری باتیں اپنے قاری کو سمجھادیں جو اصل مصنف اپنی کتاب میں کرتا ہے یا جن مسائل کی طرف اس نے توجہ دلانے کی کوشش کی اس کو بڑے خوب صورت انداز میں خیال امروہوی نے اپنے اس ترجمہ میں پیش کیا ہے۔ اس ترجمہ کی زبان سادہ ہے اور عام فہم اسلوب اپنایا گیا ہے۔ اس کو خیال امروہوی کی اچھی کاوش کہنا بے جانہ ہوگا۔

کشف المحجوب (اردو) از ابو نعیم عبدالحکیم خاں نشتر جالندھری: یہ ترجمہ "انوار القلوب" کے نام سے سب سے پہلے ۱۹۶۳ء میں جبکہ اس کی اشاعت سوم ۱۹۷۱ء میں ہوئی جس کے ناشرین شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز چوک انار کلی لاہور ہیں۔ اس کا مقدمہ بھی مترجم نے خود لکھا ہے۔ جس میں اس شاہکار کے ترجمہ میں پیش آنے والی مشکلات اور دشواریوں کے بارے میں کچھ یوں کہا کہ کشف المحجوب کا اردو ترجمہ کوئی آسان کام نہ تھا اس کی دشواریوں کا صحیح اندازہ وہی حضرات لگا سکتے ہیں۔ جنھیں ایسی کٹھن منزل میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہو اور آگے مزید لکھتے ہیں کہ میں نے انتہائی کوشش کی ہے کہ ترجمہ فصیح، سہل، رواں اور عام فہم ہو، ساتھ ہی اصل کتاب کے تمام الفاظ محفوظ رہیں۔ اس میں کوئی شائبہ نہیں کہ نشتر جالندھری کا یہ ترجمہ بڑی محنت سے کیا گیا ہے مترجم نے پوری کوشش کی ہے کہ اصل متن کہ ہر ایک لفظ کا ترجمہ کیا جائے۔ اس ترجمہ کی زبان بہت سادہ اور عام فہم ہے۔ فارسی کے مشکل الفاظ اور جملوں کو اردو کے نہایت آسان متبادل سے بدلا گیا ہے جس سے اس ترجمہ کی قدر میں اور اضافہ ہوا ہے۔ اس کا اسلوب اس قدر سادہ ہے کہ پڑھنے والے کو اسے سمجھنے میں ذرا دقت بھی محسوس نہیں ہوتی۔ نشتر جالندھری کا یہ ترجمہ بہت اچھی کاوش ہے اور اس کے اس سادہ اسلوب کی وجہ سے اس کتاب کے مضامین کو سمجھنے میں ذرا مشکل نہیں ہوتی پھر چاہے وہ کوئی طالب علم ہو یا عالم ہو سب اس سے بآسانی فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور یہی ایک اچھے ترجمہ کی بھی نشانی ہے کہ جس سے ہر عام وخاص بڑی آسانی سے مستفید ہو سکے۔ اس ترجمہ کی زبان سادہ ہے اور یہی اس کی وجہ شہرت بھی۔

کشف المحجوب (اردو) از پروفیسر محمد عبدالمجید یزدانی: یہ ترجمہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۶۸ء کو ناشران قرآن لمیٹڈ اردو بازار لاہور نے شائع کیا ہے اس ترجمہ کے شروع میں مترجم نے تصنیف اور صاحب تصنیف کے عنوان سے ایک مضمون بطور مقدمہ پیش کیا ہے جو مزید ذیلی عنوانات میں منقسم ہے۔ جس میں مترجم نے خود اپنے ترجمہ کے بارے میں اور کتاب کے اصل متن کے بارے میں بہت احسن طریقے سے اہم نکات پیش کئے ہیں۔ مترجم ترجمہ ہذا کے بارے میں کچھ یوں رقمطراز ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ کوئی سہل بات بہر حال نہیں ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس ترجمہ کو مکمل کرنے میں پورے دس ماہ صرف کرنا پڑے اور کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا کہ اس ضمن میں کم سے کم چار پانچ گھنٹے کام نہ کیا ہو۔ ایک خاص بات (جسے میں (مترجم) عاجزانہ فخر کے ساتھ اس ترجمہ کی ایک "خصوصیت" بھی قرار دوں شاید بے جانہ ہوگا یہ ہے کہ کم و بیش ہر صفحے پر حسب حال اور حسب موقع اردو (اور کہیں کہیں فارسی) اشعار درج کر دیئے گئے ہیں۔ تاکہ مفہوم کی زیادہ سے زیادہ وضاحت ہو جائے۔ تاہم یہ اشعار حاشیے میں دیئے گئے ہیں تاکہ اصل متن کی بے ادبی نہ ہو (ہر چند کہ اشعار کا استعمال یوں بھی بے ادبی میں شامل نہیں۔۔۔ مصنف محترم نے خود بھی جابجا اشعار موقع و محل کے مطابق استعمال کرنے میں کسی جھجک یا بُخل سے کام نہیں لیا۔ لیکن وہ سب کے سب عربی زبان میں ہیں۔ پوری کتاب میں صرف ایک شعر فارسی کا ہے)۔

حضرت سید علی ہجویری نے شروع سے آخر تک ہر مسئلہ کے بیان میں یہ انداز اختیار کیا ہے کہ اس کا آغاز کسی قرآنی آیت سے کرتے ہیں، پھر اس کے حسب حال حدیث لاتے ہیں اور پھر اکابرین کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔ بعض صورتوں میں اسے جوں کا توں قبول کر لیتے ہیں اور جہاں ضرورت ہو اس پر تنقید و تبصرہ بھی کرتے جاتے ہیں۔ ذاتی تحقیق کا رنگ ہر جگہ نمایاں ہے اور متعدد مقامات پر قولِ فیصل پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ عالمانہ وقار سے صادر

فرمایا ہے مترجم نے عام قارئین کی سہولت کے لئے بالعموم اور لوگوں کی وحشت کو دور کرنے کے لئے بالخصوص جو ہر صفحے پر عربی عبارات کو دیکھ کر کسی علمی تصنیف کے مطالعے کی ہمت ہی نہیں کر پاتے، یہ التزام کیا ہے کہ آیات قرآنی اور دیگر عبارات یعنی احادیث و اقوال کا ترجمہ متن میں دے دیا ہے۔ آیاتِ شریفہ کا ترجمہ واوین میں دونوں طرف کچھ چھوڑ کر دیا گیا ہے اور نیچے حاشیے میں متعلقہ سورۃ کا نام درج کر کے آگے آیات کا نمبر درج کر دیا گیا ہے۔ بعض جگہ تصحیح شدہ متن کی نسبت حاشیے میں درج شدہ عبارت یا الفاظ زیادہ موزوں نظر آئے، چنانچہ میں (مترجم) نے صحیح کی نسبت صحیح تر کو قابل ترجیح تصور کرتے ہوئے ترجمہ اسی کا کیا ہے، البتہ حاشیے میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ ایسا بہت کم ہی ہوا ہے۔ تاہم چونکہ ہوا ضرور ہے اس لیے ذکر کر دینا ضروری تھا۔(۸)

پروفیسر عبدالمجید یزدانی کا یہ ترجمہ جسے گنج مطلوب کے نام سے شائع کیا گیا ہے یہ ایک بہت اچھی کاوش ہے، یہ ترجمہ از اول تا آخر فارسی متن کا مکمل ترجمہ ہے۔ کیونکہ مترجم خود ایک استاد ہے اس لئے طالب علموں کی تمام تر مشکلات کو پیش نظر رکھا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ ترجمہ طالب علموں کے لئے بہت مفید ہے کیونکہ اس کی زبان سادہ اور عام فہم ہے یہی وجہ ہے کہ یہ ترجمہ ہر عام و خاص کی نظر میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ راقم الحروف کو بھی یہ ترجمہ بہت پسند آیا ہے کیونکہ اس ترجمہ میں مترجم نے تمام اصول فن ترجمہ نگاری کو پیش نظر رکھ کر اسے لکھا ہے اس لئے یہ جلد ہی مقبولیت کی حدیں چھونے لگا اور یہی وجہ ہے کہ اس کے کئی ایڈیشن چھپ کر فروخت ہو چکے ہیں مگر ابھی ابھی اس کی اہمیت و افادیت برقرار ہے۔

کشف المحجوب (اردو) از مفتی غلام معین الدین نعیمی اشرفی: یہ ترجمہ السلوک فی المحجوب کے نام سے اکتوبر ۱۹۷۷ء میں مدینہ پبلشنگ کمپنی ایم اے جناح روڈ کراچی سے شائع ہوا۔ جس کی طباعت مشہور آفسٹ پریس کراچی جبکہ کتابت محمد ثاقب ادیب کانپوری نے کی۔ اس میں کوئی شک نہیں مفتی نعیمی کی محنت کی وجہ سے یہ ترجمہ شہرت کی بلندیوں تک پہنچا لیکن یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ شمس بریلوی جیسے عالم نے اس کا دیباچہ لکھ کر اس کی مقبولیت میں اضافہ کیا ہے۔ اور اس مقالہ میں زیر بحث تراجم میں سے چند ایسے ہیں کہ جن کی وجہ شہرت ان کے مقدمات ہیں اور مفتی نعیمی کا یہ ترجمہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ اس کی زبان سادہ اور عام فہم ہے۔ اس کا اسلوب بھی عالمانہ ہے اور مترجم نے سعی کی ہے کہ اصل متن میں موجود مشکل الفاظ اور فارسی تراکیب کو مفتی نعیمی نے بڑی آسانی سے اپنے عالمانہ صلاحیت کی بدولت بہت ہی آسان اور سہل انداز میں پیش کیا ہے اور یہی وجہ شہرت بھی ہے اسی وجہ سے ہر عام و خاص نے اس ترجمہ کو ہر دور میں پسند فرمایا ہے۔ یہ وہ واحد ترجمہ ہے کہ راقم الحروف نے تلاش تراجم کشف المحجوب کے سلسلے میں جس لائبریری یا مارکیٹ کا دورہ کیا تو وہاں مفتی نعیمی کا یہ ترجمہ ضرور ملا اور مختلف پبلشرز کی طرف سے شائع کیے گئے کئی نسخے میسر آئے۔ جو اس ترجمہ کی بلند پائیگی اور مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

کشف المحجوب (اردو) از وقار علی بن ممتاز علی: یہ ترجمہ وقار علی بن ممتاز علی نے ۱۹۸۰ء میں کیا جس کو مکتبہ تھانوی دیوبند "یوپی" نے نشر کیا۔ مترجم اپنے اس ترجمہ کے بارے میں کچھ یوں رقمطراز ہے۔ اصل کتاب فارسی میں ہونے کے سبب عوام کی دسترس سے باہر تھی۔ اب نہایت سادہ اور عام فہم ترجمے کے ساتھ ناظرین کے لئے شائع کی گئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مترجم نے نہایت ہی سادہ اور عام فہم ترجمہ پیش کیا ہے لیکن اس میں مترجم نے کئی جگہ پر اصل متن کو بالکل چھوڑ کر محض مفہوم پر اکتفا کیا ہے۔ جس کی وجہ سے قاری تک مصنف کا اصل مقصد اور مفہوم پہنچانے میں مترجم کامیاب نہ ہو سکا۔ یہی وجہ ہے کہ اس ترجمہ کو شہرت دوام نہ مل سکا۔ بے شک ترجمہ کی زبان سادہ اور اسلوب بھی سادہ ہے لیکن جب اصل متن کو آپ نے قاری تک نہ پہنچایا اور اس میں اپنی مرضی سے کمی یا بیشی کر دی تو اس کی قدر و قیمت کم ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ بعض دفعہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ محض مفہوم کو لے لینے سے مصنف کی اصل بات کہیں درمیان میں رہ جاتی ہے اور قاری کو بھی مکمل بات سمجھ نہیں آتی۔ یہی وجہ ہے کہ قاری بھی اس ترجمہ کو زیادہ پسند کرتے ہیں جو اصل متن کے قریب تر ہو۔ اس ترجمہ کی سب سے بڑی خامی یہی ہے۔ بحر حال اجمالی طور پر دیکھا جائے تو وقار علی بن مختار علی کی یہ کاوش بہت عمدہ ہے مترجم نے اس ترجمہ کی زبان زیادہ سادہ اور عام فہم رکھی ہے تاکہ عام و خاص اس سے مستفید ہو سکیں۔

اردو ترجمہ کشف المحجوب از ابوالحسنات سید محمد احمد قادری: یہ ترجمہ ۱۹۸۳ء/۱۴۰۴ھ میں شائع ہوا جس کے ناشر اسلامک بک فاؤنڈیشن ۳۴۹۔این سمن آباد لاہور جبکہ طابع محمود ریاض پرنٹرز، لاہور ہے۔اس ترجمہ کا مقدمہ حکیم الامت حکیم محمد موسیٰ امر تسری نے لکھا ہے جو بہت زیادہ مقبول ہوا۔اس مقدمے میں حکیم موسیٰ امر تسری نے کشف المحجوب اور داتا گنج بخش کے ساتھ ساتھ مترجم کا بھی تعارف کروایا ہے۔ابوالحسنات سید محمد احمد قادری کے اس ترجمہ کی زبان عالمانہ ہے اور مترجم متنوع علوم وفنون کے ماہر اور بے مثل خطیب طبیب اور قاری تھے جس کی جھلک ہمیں ان کے اس ترجمہ میں بھی نظر آتی ہے۔ جس کی وجہ سے ترجمہ ہمیں اصل کے قریب تر لگتا ہے۔

سید احمد قادری کا یہ ترجمہ بھی بہت مقبول ہوا ہے جس کی وجہ ان کا عالمانہ اسلوب اور نہایت سادہ اور شستہ زبان ہے۔ایک تو مترجم نے پوری سعی کی ہے اور ایمانداری سے اس کا حق ادا کیا ہے کہ اصل متن کا ایک ایک حرف اس کے ترجمہ میں آجائے اور اس قدر ثقیل بھی نہ ہو کہ عام قاری کو اس کے سمجھنے میں کچھ دشواری یا مشکل پیش آئے۔اور سید محمد احمد قادری ہمیں اپنی اس سعی میں کامیاب بھی نظر آئے ہیں انہوں نے اپنے اس ترجمہ میں بڑے خوب صورت انداز سے تمام تر مصنف کے خیالات کو اُردو کا دلکش جامہ پہنا کر ہمارے سامنے پیش کیا ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک زبردست عالم اور خطیب تھے جس کی جھلک ہمیں ان کے اس ترجمہ میں بخوبی نظر آتی ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا یہ ترجمہ جس کی زبان سادہ اور اسلوب عالمانہ ہے شہرت کی بلندیوں کو پہنچا ہے اور اس کے کئی ایڈیشن کئی پبلشرز نے شائع کئے جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گئے۔

کشف المحجوب (اردو) از محمد علی چراغ: یہ ترجمہ پہلی بار ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔ جس کے ناشر نذیر سنز پبلشرز لاہور ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ بہترین اور معیاری ترجمہ وہ ہے جس میں اصل متن اور مصنف کے خیالات کو صحیح انداز میں دوسری زبان میں منتقل کر کے پیش کیا جاتا ہے۔ پھر چاہے مترجم مفہومی انداز ہی کیوں نہ اپنائے اگر وہ مصنف کے خیالات اور باتیں قاری تک مَن وعن پہنچانے میں کامیاب ہو جائے تو یہ ترجمہ بہترین کاوش شمار کیا جاتا ہے۔ لیکن زیر بحث محمد علی چراغ کے اس ترجمہ میں مترجم نے اصل متن کے مفہوم کو اپنے طور پر پیش کرنے کی ناکام سعی کی ہے۔ جس کی وجہ سے ترجمہ اصل متن اور اس کی اسلوب نگارش سے بہت دور ہو گیا۔اس وجہ سے اس کاوش کو مفہومی ترجمہ تو کہا جا سکتا ہے کہ مترجم نے اصل متن سے جو مفہوم خود سمجھا اس کو اپنی زبان میں پیش کر دیا ہے لیکن اس کاوش کو مکمل ترجمہ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اصل متن اگر مترجم سے رہ جائے تو یہ فن ترجمہ نگاری کے اصولوں کی خلاف ورزی ہے۔ کیونکہ بہتر ترجمہ وہ ہوتا ہے کہ جس میں اصل متن کا لفظ بھی نہ چھوٹے اور مصنف کے خیالات کو مَن وعن بیان کیا جائے۔ لیکن محمد علی چراغ اس میں ناکام ہوئے ہیں۔ یہ علیحدہ بحث ہے کہ انہوں نے آسان اردو اور عام فہم اسلوب انداز کو اپنایا اور کوشش کی کہ اصل متن میں موجود فارسی جملوں اور الفاظ کی جگہ اردو کے آسان اور عام فہم الفاظ کو جگہ دی جائے لیکن اس میں وہ اصل مفہوم کو ہی چھوڑ گئے۔ جس کی وجہ سے ادبی سطح پر ان کی اس کاوش کو مکمل ترجمہ نہیں مانا جاتا۔

کشف المحجوب (اردو) از محمد الطاف نیروی: یہ ترجمہ ۱۹۹۲ء میں لاہور سے شائع ہوا ہے۔ جس کا مقدمہ محمد گل احمد خاں عتیقی نے لکھا ہے، اس مقدمہ میں بھی حسب روایات حضرت سید علی ہجویری کی مختصر سوانح، کشف المحجوب اور مترجم کا تعارف کروایا گیا ہے۔ مترجم کی زمانہ طالب علمی سے ہی جامع مسجد داتا صاحب میں بحیثیت موذن تقرری ہو چکی تھی۔اس لئے فراغت کے بعد انہوں نے موجودہ علماء کی روش سے ہٹ کر فراغت کے وقت کو غنیمت جانتے ہوئے تین سال کے مختصر عرصہ میں کشف المحجوب کا اردو ترجمہ مکمل کیا۔ مترجم نے نہایت جامع اور آسان انداز میں ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ پڑھتے ہوئے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ کتاب کا ترجمہ نہیں۔ بلکہ پڑھنے والا اصل کتاب پڑھ رہا ہے۔ یہ خوبی وہ ہے جو کسی بھی اچھے ترجمہ کا خاصہ ہوتی ہے۔ الطاف نیروی نے بڑی محنت سے یہ ترجمہ مکمل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اصل متن کو مَن وعن اردو کے قالب میں ڈھال دیا گیا ہے۔اس ترجمہ کی زبان سادہ اور عام فہم ہے اس کو اس قدر آسان اور سادہ اسلوب میں ڈھالا گیا ہے کہ خواہ کوئی طالب علم ہو یا عالم اس سے بآسانی مستفید ہو

سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جلد ہی یہ ترجمہ ہر عام و خاص میں شہرت کی بلندیوں کو پہنچ گیا۔اس کے کئی ایڈیشن چھپے اور جلد ہی ختم ہو گئے جو اس ترجمہ کی بلند پائیگی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

کشف المحجوب(اردو)از مولانا الحاج کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری: یہ ترجمہ مع شرح کشف المحجوب اپریل ۱۹۹۵ء میں الفیصل ناشران و تاجران کتب لاہور نے شائع کیا۔ جس کا مقدمہ شارح نے خود لکھا ہے اور اس مقدمہ میں کچھ یوں رقمطراز ہیں۔اس احقر نے ترجمہ پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ کتاب کے غوامض اور دقائق کو عام سمجھ بنانے کے لئے ایک تو عام مترجمین کی طرح تحت اللفظ ترجمہ کی بجائے سلیس اور بامحاورہ زبان اختیار کی ہے۔تا کہ مصنف کا اصل مضمون اور متن کا اصل مفہوم بآسانی عام قاری کو سمجھ میں آسکے۔اس لیے اس ترجمہ کو بھی سلیس اردو ترجمہ کہا جائے گا۔کپتان واحد بخش سیال نے بڑی محنت سے یہ ترجمہ لکھا جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ محض ترجمہ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ کشف المحجوب کی بہترین شرح بھی لکھی ہے جسے علمی ادبی حلقوں میں کافی پذیرائی ملی ہے اور اس کو بطور حوالہ استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ اس میں مترجم نے اصل کتاب میں موجود تمام کشف حجاب اور اس متعلقات کو بہتر انداز میں ترجمہ کیا ہے اور اس کو اصل متن کے قریب تر پیش کر دیا ہے۔مترجم نے اس ترجمہ میں جو زبان استعمال کی ہے وہ بہت سادہ اور عام زبان ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ ثقیل اور مشکل جملوں سے اجتناب کیا جائے اور یہی وجہ ہے کہ اس ترجمہ کو ہر خاص وعام کی نظر میں شہرت دوام ملی۔

کشف المحجوب(اردو)از میاں طفیل محمد:اس ترجمہ کی اشاعت اوّل ۲۰ اکتوبر ۱۹۹۶ء کو اور اشاعت دوم ۲۱ نومبر ۱۹۹۹ء کو ہوئی جس کے ناشر اسلامک پبلیکیشنز(پرائیویٹ)لمیٹڈ ۳۱۔ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور ہے۔میاں طفیل محمد کا یہ ترجمہ ہمیشہ تنقید کی زد میں رہا ہے جس کی ایک وجہ خود انہوں نے اپنے دیباچہ طبع اول اور طبع دوم میں اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ،خاص فلسفیانہ بحثوں اور مسائل کی صوفیانہ توجیہات کو میں نے چھوڑ دیا ہے اور ان چیزوں کو بھی چھوڑ دیا ہے جو پرانے اسلوب نگارش کا حصّہ تو ہیں لیکن اصل مضمون اور مقصد بیان سے ان کا کوئی خاص تعلق نہیں۔گویا مترجم نے اپنے دیباچہ میں خود اعتراف کیا ہے کہ مترجم نے کشف المحجوب کا مفہومی ترجمہ کیا ہے اور جہاں مشکل پیش آئی وہاں اپنی مرضی سے ترجمہ کرتے ہوئے کچھ توجیہات کو چھوڑ دیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ میاں محمد طفیل کی کاوش کو مکمل ترجمہ نہیں کہا جا سکتا۔بلکہ مترجم کا تو یہ فرض عین ہونا چاہیے کہ وہ اصل مصنف کی ہر ایک بات کو مَنُ و عن بیان کرے نہ کہ کسی تعصب کی وجہ سے اصل مصنف کے ناپسندیدہ خیالات کو حذف کر دے جیسا کہ میاں طفیل محمد نے کیا ہے اور یہ ایک علمی خیانت ہے جو انہوں نے کی ہے کیونکہ انہوں نے اصل مصنف کی مکمل بات قاری تک نہیں پہنچائی جس کی وجہ سے قاری کی بھی حق تلفی ہوئی ہے۔کیوں کہ اصل مصنف کے خیال اور ارشادات کا قاری تک پہنچنا اس کا حق ہے جس کو میاں طفیل نے نظر انداز کیا ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا یہ ترجمہ زیادہ پسند نہیں کیا گیا۔

کشف المحجوب(اردو)از سید محمد فاروق القادری: یہ ترجمہ فرید بک سٹال لاہور نے شائع کیا جس کی طبع دوم ۲۰۰۱ء میں ہوئی اور اس کا دیباچہ صاحبزادہ میاں محمد سلیم حماد ہجویری نے لکھا۔صاحبزادہ میاں محمد سلیم حماد نے دیباچہ بڑی محنت سے لکھا جس میں تصوف کے ساتھ ساتھ کشف المحجوب اور داتا صاحب کی مختصر سوانح بیان کی ہے۔مترجم ایک معروف علمی ادبی شخصیت ہیں جہاں تک اس ترجے کا تعلق ہے جس طرح کشف المحجوب اپنے مضامین کی بلندی اور عبارت کی سلاست و روحانی کے لحاظ سے بلند پایہ کتاب ہے اس معیار کے مطابق یہ ترجمہ بھی ایک عالمانہ ترجمہ ہے جو محققین اور عوام دونوں کے لیے فائدہ مند ہے۔مترجم نے کوشش کی ہے کہ اصل متن کو بغیر کسی کمی بیشی کے صحیح انداز میں قارئین تک پہنچایا جائے۔

اس ترجمہ کی زبان سادہ اور عام فہم ہے جبکہ اس کا اسلوب عالمانہ ہے کیوں کہ مترجم خود ایک علمی شخصیت ہیں تو اس لئے ان کے ترجے پر بھی ہمیں ان کی عالمانہ شخصیت کا اثر بخوبی نظر آتا ہے۔اس ترجمہ کو مترجم کی بہت عمدہ کاوش کہا جائے تو کم نہ ہو گا۔اس ترجمہ کی مقبولیت کی بھی یہی وجہ ہے کہ اس میں مشکل اور ثقیل اور بھاری بھر کم جملوں اور الفاظ کے استعمال سے گریز کیا گیا ہے اور زبان و بیان کو نہایت ہی سادہ رکھا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر عام و خاص کے لئے یہ ترجمہ یکساں مفید ہے۔اس ترجے کے بھی کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں لیکن ابھی بھی اس ترجمہ کی مقبولیت اور ضرورت میں ذرا کمی واقع نہیں ہوئی۔

کشف المحجوب (اردو) از جی آر اعوان: یہ ترجمہ اپریل ۲۰۰۳ء میں ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا۔ مترجم نے اس کو آسان کشف المحجوب کا نام دیا ہے۔ جیسا کہ ترجمہ کے ٹائٹل سے بھی صاف ظاہر ہے کہ جی آر اعوان نے کوشش کر کے قارئین تک تسہیل کشف المحجوب کو پہنچایا ہے اس ترجمہ کی زبان سادہ آسان اور عام فہم ہے جیسا کہ مترجم نے خود آغاز ترجمہ سے پہلے بڑے نصیب کی بات کے عنوان تلے ایک مضمون تحریر کیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ ان کا تعلق چونکہ صحافت سے تھا اس لئے انہوں نے اپنے اس فن کا بخوبی استعمال کیا اور اس ترجمے کے دوران جو فارسی کے بڑے اور ثقیل جملے تھے ان کی ایڈیٹنگ کر کے ان کو آسان اور سادہ جملوں میں ڈھالا ہے تاکہ اس ترجمہ کو پڑھنے والا قاری کسی مشکل سے دوچار نہ ہو اور بآسانی اس بلند پایہ کتاب کے اندر چھپے خزانے کو اپنے اندر جگہ دے اور ان سب مسائل تصوف کو بڑی آسانی سے سمجھ سکے جن کا ذکر حضرت سید علی ہجویری نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں فرمایا ہے۔ مترجم نے بڑی محنت سے یہ ترجمہ لکھا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کاوش بہت عمدہ ہے۔ یہ ترجمہ ویسے تو اپنی مثال آپ ہے لیکن جہاں مترجم نے اسے آسان کرنے کی کوشش کی ہے وہیں اصل متن میں موجود عربی عبارات کو اس ترجمہ میں بہت کم شامل کیا گیا ہے۔ حالانکہ حضرت سید علی ہجویری نے ہر بات کے دلائل میں پہلے قرآن اور پھر حدیث سے مثال دے کر واضح کیا ہے لیکن مترجم نے ان عربی عبارات کو چھوڑ دیا۔ بلکہ صرف مفہوم کے بیان پر اکتفا کیا ہے۔ دراصل اس طرح مترجم نے جو مفہوم لیا وہ تو قاری تک پہنچا دیا لیکن اصل مصنف جو بات مثالوں سے سمجھانا چاہتا تھا ترجمہ اس سے خالی نظر آتا ہے اگر مترجم ان عبارات کو بھی شامل کر لیتا تو اس ترجمہ کی دلکشی اور خوب صورتی میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ بہر حال مجموعی طور پر ترجمہ ایک بہت اچھی کاوش ہے۔

کشف المحجوب (اردو) از مولوی فیروز الدین: یہ ترجمہ فیروز سنز لمیٹڈ لاہور نے ۲۰۰۳ء میں شائع کیا ہے۔ اس ترجمے کے آغاز میں مولوی فیروز الدین نے جناب سید علی ہجویری کا مختصر تعارف کروایا ہے جبکہ اس کے بعد باقاعدہ ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ مولوی فیروز الدین چونکہ ایک ادبی شخصیت تھے اور لغت پر ان کو خاص عبور حاصل تھا اس وجہ سے انہوں نے جو ترجمہ عوام وخواص کے لئے پیش کیا اس میں ہمیں ان کے لسانیات پر عبور رکھنے کے ثبوت ملتے ہیں۔ مولوی فیروز الدین نے یہ ترجمہ اس قدر آسان اور عام فہم بنا دیا ہے کہ ہر پڑھنے والا اسے بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اس کی زبان اس قدر سادہ اور اسلوب بیان بھی بالکل عام اور سادہ ہے۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ مترجم نے ترجمہ کا حق ادا کیا ہے اگر اس کو از اول تا آخر اصل فارسی متن کا مکمل ترجمہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ مترجم نے جہاں اصل متن میں موجود عربی عبارات کو بھی بڑی خوب صورتی سے اپنے ترجمہ میں جگہ دی ہے وہاں اس کے ساتھ ساتھ متن میں آنے والے مشکل الفاظ کا اردو ترجمہ فٹ نوٹ پر بھی دے دیا ہے، جیسے کہ مثال کے طور پر اپنے ترجمہ کے صفحہ ۱۶ پر آنے والے مشکل الفاظ کے معنی اس طرح فٹ نوٹ پر دیئے ۱ رَین۔ عربی میں زنگ کو کہتے ہیں مراد طبعی اور پیدائشی ۲ غین۔ تاریکی کو کہتے ہیں اور یہاں مراد عارضی اور طبعی ہے۔ اس طرح سارے ترجمہ میں مترجم نے اپنے لغت نویسی کے فن کو بروئے کار لا کر اس ترجمہ کی خوب صورتی اور دلکشی کو بڑھا دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ترجمہ کی مقبولیت میں آج تک کمی نہیں آئی اور جہاں بھی کشف المحجوب کے تراجم کا ذکر ہوتا ہے تو مولوی فیروز الدین کے اس ترجمہ بیان المطلوب کا حوالہ ضرور دیا جاتا ہے۔ اور دیا بھی کیوں نہ جائے مترجم نے ترجمہ نگاری کا حق ادا کیا ہے۔ داد کے مستحق تو وہ ہیں۔ اسی لئے ہر عام وخاص کے لئے یہ ترجمہ بڑا فائدہ مند ہے۔ اس کے بھی کئی ایڈیشن چھپے اور بِک گئے لیکن اس کی مقبولیت میں ذرا کمی نہیں آئی ہے۔

کشف المحجوب (اردو) از عبدالرحمن طارق: آسان اور سلیس اردو ترجمہ کشف المحجوب کے نام سے یہ ترجمہ اپریل ۲۰۰۵ء کو شائع ہوا۔ جس کے ناشر ادارہ اسلامیات پبلشرز لاہور ہیں۔ جیسا کہ مترجم نے سرورق پر خود درج کر دیا ہے کہ یہ کشف المحجوب کا آسان اور سلیس ترجمہ ہے۔ اس بابت مترجم اپنے پیش لفظ (طبع چہارم) میں دعا گو ہے کہ ترجمہ بایں طور سلیس، فصیح اور عام فہم ہو جائے کہ علماء وفضلاء کے علاوہ کم خواندہ لوگ بھی اس سے خاطر خواہ استفادہ کر سکیں اور اس کے مطالب پر بآسانی حاوی ہو جائیں۔ اور مترجم کی یہ دعا مستجاب ہوئی۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس ترجمہ کے تین ایڈیشن چھپ کر ہاتھوں ہاتھ بک گئے ہیں۔ اس ترجمہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس مترجم نے سلیس، فصیح اور عام فہم زبان استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی خاص خیال رکھا ہے کہ اصل متن کا مَن وعَن ترجمہ پیش کیا جائے۔ اس ترجمہ کی زبان سادہ

ہے اور فارسی کی مشکل اور ثقیل تراکیب کو بڑی آسانی سے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ جس سے نہ صرف علماء وفضلاء بلکہ طلبہ اور عام قارئین بھی بڑی آسانی سے مستفید ہو سکتے ہیں۔اس ترجمہ کو بھی دیگر تراجم کی طرح بہت مقبولیت ملی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج بھی علمی ادبی حلقوں میں اس ترجمہ کا حوالہ ضرور دیا جاتا ہے۔

کشف المحجوب(اردو)از شاہد زبیر: یہ ترجمہ کشف المحجوب(اردو) تلخیص و تسہیل کے نام سے بیکن بکس گلگشت ملتان نے ۲۰۰۶ء میں شائع کیا۔ جیسا کہ مترجم نے شروع میں ہی بتادیا کہ تلخیص و تسہیل کی گئی ہے باقاعدہ ترجمہ نہیں کیا گیا۔ یعنی مترجم نے مکمل ترجمہ کرنے کی بجائے اصل متن کے مفہوم کو سمجھ کر اپنی زبان میں بیان کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے مترجم کی اس کاوش کو تلخیص تو کہا جا سکتا ہے مگر کسی صورت بھی اسے کشف المحجوب کا مکمل ترجمہ نہیں کہا جا سکتا۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا گیا ہے کہ مکمل ترجمہ صرف اس کو کہا جا سکتا ہے جس میں اصل تصنیف کے ہر جملے ہر بات کا ترجمہ کیا گیا ہو۔ جو کہ شاہد زبیر نے نہیں کیا کیوں کہ اصل متن میں تو کئی جگہ پر اصل مصنف نے عربی عبارات اور احادیث کی مدد سے کئی مسائل کو حل کیا ہے سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر مصنف کو ان مسائل کو سمجھانے کے لئے عربی عبارات کا سہارا لینا پڑا ہے تو مترجم نے کیسے وہی بات بغیر کسی دلیل اور عربی عبارت کے جو اصل متن میں موجود ہیں اپنی بات قاری تک رکھی ہو گی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ترجمہ پڑھنے سے قاری کو تصوف کے ان مسائل سے واقفیت تو ہو جاتی ہے جن کا ذکر اصل متن میں کیا گیا ہے مگر ان سے مکمل آگاہی مہیا کرنے میں مترجم قاصر رہا ہے۔اس کو ہم کشف المحجوب کا ترجمہ کہنے کے بجائے اگر کشف المحجوب کا مختصر تعارف کہیں تو بے جا نہ ہو گا۔

کشف المحجوب(اردو)علامہ فضل الدین گوہر: یہ ترجمہ اکتوبر ۲۰۰۶ء کو ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا ہے۔اس ترجمے کا مقدمہ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے لکھا جو کسی تعارف کے محتاج نہیں اور ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور کے بانی بھی ہیں۔ وہ اس ترجمہ اور مترجم کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ ویسے تو کشف المحجوب کے تراجم کئی دیگر زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں بھی ہوئے اور بڑے اہل قلم نے اس شاہکار کو اردو کا جامہ پہنایا لیکن جیسے تصوف میں فارسی زبان میں لکھی گئی کشف المحجوب کا جواب نہیں اسی طرح علامہ فضل الدین گوہر کا یہ اردو ترجمہ بھی اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ مترجم نے بھرپور کوشش کی ہے اور اصل متن مَنُ وعن اردو قالب میں ڈھالا ہے۔اور دیگر چند مترجمین کی طرح عربی عبارات اور حوالوں سے اجتناب نہیں کیا ہے بلکہ اصل متن کی طرح ترجمہ کی خوب صورتی اور دلکشی برقرار رکھنے کے لئے ان کو اردو ترجمہ میں بھی شامل کیا گیا ہے جس کی وجہ سے اس کے اسلوب بیان میں ندرت پیدا ہوئی ہے۔اور اس کے ساتھ ساتھ قاری کو اصل مصنف کے خیالات اور ارشادات کو سمجھنے میں بھی خاصی مدد ملتی ہے۔ چونکہ علامہ فضل الدین گوہر ایک علمی شخصیت ہیں اور ان کی شخصیت کی جھلک ان کی تحریروں میں بھی نمایاں نظر آتی ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں اس ترجمہ کو بہت پسند کیا گیا ہے وہاں اس کے مقدمہ کی شہرت بھی اپنا مقام رکھتی ہے۔اور علمی ادبی حلقوں میں مشہور ہے کہ یہ ترجمہ اور اس کا مقدمہ دونوں ہی شہرت کی بلندیوں کو پہنچے ہیں
۔

کشف المحجوب(اردو)از حضرت مولانا میاں رمضان علی: یہ ترجمہ علم وعرفان پبلشرز، اردو بازار لاہور نے دسمبر ۲۰۰۷ء میں شائع کیا۔ مترجم نے اس ترجمہ میں کوشش کی ہے کہ سادہ اور آسان انداز بیان سے قاری کو کشف المحجوب کے عنوانات سے متعارف کروایا جائے لیکن اس کے دوران مصنف نے مفہومی انداز اپنایا ہے اور اصل متن کے پیراگراف کو چند جملوں میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس کا نقصان یہ ہوا ہے کہ اصل مصنف کی کئی باتیں گول ہو گئی ہیں۔ جس سے اس ترجمے کو پڑھنے والا قاری صحیح طرح سے کشف المحجوب کے مضامین کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے۔ جو مترجم کے لئے ناکامی کا باعث ہے۔ حالانکہ ترجمہ تو اس انداز سے کرنا چاہیے کہ اصل کتاب کا شائبہ ہو لیکن اس مترجم نے ترجمہ نگاری کے اصولوں سے انحراف کیا ہے۔ جہاں مترجم نے اصل متن میں موجود عربی عبارات کو شامل کرنے سے گریز کیا ہے وہاں کئی جگہوں پر مکمل پیراگرافوں کو چند جملوں میں بیان کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ جس کی وجہ سے ہم اس کو مکمل ترجمہ نہیں کہہ سکتے۔البتہ ایک اچھی کاوش کہا جا سکتا ہے کشف المحجوب اور اس کے مضامین کے تعارف کے حوالے سے ادبی حلقوں میں بھی اس ترجمہ کو کوئی زیادہ پذیرائی نہیں ملی۔

کشف المحجوب (اردو) از صوفی عبدالعزیز الراعی جالندھری: یہ ترجمہ شاہ جی پبلشرز لاہور نے ۲۰۱۳ء میں تین جلدوں میں شائع کیا۔ جس کی پہلی جلد فارسی متن، دوسری جلد فارسی مع اردو ترجمہ اور تیسری جلد فرہنگ واشاریہ پر مشتمل ہے۔ اس ترجمہ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ فارسی متن کے سامنے اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔ جس سے پڑھنے والے علماء وفضلا کے ساتھ ساتھ طالب علموں کو بھی بڑی آسانی ہو گی۔ کہ اگر وہ کسی جملے یا لفظ کے بارے میں ابہام کا شکار ہوں کہ ایسا حضرت سید علی ہجویری نے کہا ہے کہ نہیں تو اسے اصل متن سے اسی وقت ملا کر دیکھ سکتے ہیں۔ صوفی عبدالعزیز ایک علمی ادبی شخصیت ہیں جس کی جھلک ہمیں ان کے ترجمہ میں جا بجا نظر آتی ہے۔ مترجم نے ترجمہ پر خاصی محنت کی ہے بلکہ نہ صرف ترجمہ پر بلکہ اصل فارسی متن اور فرہنگ اشاریہ پر بھی خاصی توجہ سے کام کیا ہے جس کا منہ بولتا ثبوت ان کی یہ تین جلدیں ہیں۔ یہاں یہ ممکن نہیں کہ میں ان کی ساری جلدوں پر بحث کروں مگر ان کی جلد دوم جس میں فارسی متن اور اُردو ترجمہ شامل ہے اس پر کچھ عرض کروں گا کہ صوفی عبدالعزیز کا یہ ترجمہ اصل متن کا مَنُ وعن از اول تا آخر مکمل ترجمہ ہے جس کی زبان سادہ اور عام فہم ہے۔ اصل متن میں موجود ثقیل اور بھاری جملوں اور فارسی تراکیب کو آسان اردو قالب میں ڈھالا گیا ہے۔ اس قدر اسلوب کو عام فہم اور سلیس بنایا گیا ہے کہ قاری کو کسی قسم کی کوئی دقت پیش نہ آئے۔ یہی خاصہ اس ترجمہ کی وجہ شہرت بنا اور اسی لیے یہ ترجمہ ہر عام وخاص کو پسند ہے اور ان کی راہنمائی کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ مترجم کی یہ بہت اچھی کاوش ہے اور ادبی حلقوں میں بھی اس ترجمہ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

کشف المحجوب (اردو) از ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی: یہ ترجمہ ۲۰۱۹ء میں سنگ میل پبلی کیشنز لاہور نے شائع کیا۔ مترجم نے کوشش کی ہے کہ اصل متن کو آسان اردو قالب میں ڈھالے۔ چونکہ محمد صدیق خان شبلی خود ایک استاد تھے اور کئی ادبی مقالوں کے نگران بھی رہے اور کئی کتابیں تصنیف کیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فن ترجمہ نگاری اور قاری کی ضرورت کو بخوبی سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اس ترجمہ میں خاص خیال رکھا گیا ہے کہ اصل متن بھی نہ چھوٹے اور قاری تک اصل مصنف کے خیالات اور ارشادات کو بڑے ہی سادہ اور عام فہم انداز میں پیش کیا جائے۔ مترجم نے بڑی کامیاب سعی کی اور یہ بہترین ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا۔ کشف المحجوب کا یہ ترجمہ جب بندہ پڑھ رہا ہو تو ایسا لگتا ہے کہ بندہ اصل تصنیف پڑھ رہا ہے۔ حالانکہ کئی جگہ پر مترجم نے اصل متن کی جگہ اپنے جملے جو اس موقع اور مناسبت کے مطابق آ سکتے تھے شامل کئے ہیں لیکن ذرا بھی شائبہ نہیں ہوتا کہ بندہ اصل متن کا ترجمہ پڑھ رہا ہے یا اصل متن کیوں کہ مترجم نے بڑی مہارت سے ان جملوں کو پیش کیا ہے کہ نہ ہی اصل مضمون سے پرائے لگتے ہیں نہ ہی متن سے علیحدہ۔ یہی وجہ ہے کہ اس ترجمہ نے بھی جلد ہی شہرت کی بلندیوں کو چوما ہے اور ادبی حلقوں میں بھی اس ترجمہ کی خاصی قدر و منزلت ہے۔ اس ترجمہ کو کشف المحجوب کا مقبول ترین اور بہترین ترجمہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا۔

کشف المحجوب (اردو) از پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی: یہ ترجمہ بک کارنر جہلم نے ۲۰۱۹ء میں شائع کیا ہے۔ مترجم پروفیسر حمید اللہ شاہ ہاشمی کیونکہ خود ماہر تعلیم اور ادب کے استاد ہیں۔ اس لیے انہوں نے سعی کی ہے کیونکہ اس ترجمہ سے پہلے ہونے والے تراجم کی زبان کچھ مشکل تھی۔ اس لیے انہوں نے طلبہ کی مشکلوں کے پیش نظر کوشش کی ہے کہ ان کی ترجمہ کی زبان سادہ اور عام فہم ہو جہاں اس کتاب سے علما و فضلاء فائدہ لیں وہاں طالب علم اور عام قاری بھی بآسانی اس ترجمہ سے مستفید ہو سکے۔ اس ترجمہ کی ایک اور خوبی یہ ہے کہ اس میں ترجمہ سے پہلے مترجم نے حضرت سید علی ہجویری کے حالات و واقعات، مختصر سوانح کے علاوہ کشف المحجوب کے تراجم اور اس کے ماخذ مراجع وغیرہ بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آغاز میں تقریباً پندرہ تصاویر کو بھی شامل کیا ہے۔ جس سے مزار شریف حضرت سید علی ہجویری کے اندرونی اور بیرونی مناظر کی بہترین عکاسی کی گئی ہے۔ کتاب کو پڑھنے والا پہلے ان تصاویر کے سحر میں کھو جاتا ہے۔ مترجم نے جو ترجمہ کیا ہے اس قدر سادہ اور آسان ہے کہ ہر عام وخاص اس سے بآسانی فیض پا سکتا ہے۔ مترجم نے از اول تا آخر فارسی متن کا مَنُ وعن ترجمہ کیا ہے اور اس کتاب کو پڑھتے ہوئے ایسا لگتا ہے جیسے آپ ترجمہ نہیں اصل تصنیف پڑھ رہے ہیں۔ جیسے دیگر چند مترجمین نے ترجمہ کرتے ہوئے اپنی مرضی کی ہے اور چند سطریں اور عبارات حذف کر کے ان کا خود ساختہ مفہوم ہی بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ پروفیسر حمید اللہ شاہ نے ایسا قطعی نہیں کیا بلکہ انہوں نے اصل فارسی متن کا مکمل ترجمہ پیش کیا ہے۔ جسے جلد ہی عوام وخواص میں شہرت مل رہی ہے یہی وجہ ہے کہ اشاعت اول کے دوسرے سال کے اختتام سے پہلے اس کے تین

ایڈیشن چھپ چکے ہیں لیکن اس کی مانگ میں کوئی کمی نہیں آئی۔ پروفیسر حمید اللہ کی یہ کاوش بہت اچھی ہے۔ جسے ادبی حلقوں نے بھی بہت سراہا ہے۔ اور اسے کشف المحجوب کے حوالے سے ریفرنس بُک قرار دیتے ہیں۔

کشف المحجوب (اردو) از مولانا عبدالرؤف فاروقی: یہ ترجمہ اسلامی کتب خانہ، غزنی سٹریٹ لاہور نے شائع کیا۔ یہ ترجمہ مسلک دیوبند کے بہت بڑے عالم مولانا عبدالرؤف فاروقی نے کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مترجم نے بڑی محنت اور محبت سے یہ ترجمہ کیا اور کوشش کی کہ اس کی زبان سادہ اور عام فہم ہو۔ لیکن جیسا کہ پچھلے ابواب میں بتایا جا چکا ہے کہ مترجم نے اپنے ترجمہ میں ایک جگہ صحو اور سکر کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے خود بھی غلط فہمی کا شکار ہوئے بلکہ قارئین کو بھی غلط فہمی میں مبتلا کر دیا۔ جہاں انہوں نے صوفیاء کے عقائد کے حوالے سے نامناسب باتیں اپنے فٹ نوٹ پر لکھیں ہیں۔ اب یہ اللہ پاک جانیں کہ یہ لکھنے میں ان کی کیا نیت تھی اس بات سے ہٹ کر اگر دیکھیں تو مترجم نے بہت ہی سادہ اور عام زبان استعمال کی ہے اور اس کا اسلوب عالمانہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ترجمہ بھی ان کے مسلک اور عوام الناس میں خاصی مقبولیت رکھتا ہے۔

کشف المحجوب حضرت سید علی ہجویری کی ایسی شاہکار ہے جس کے کئی پہلو ہیں اور اس کے تراجم کی تعداد بھی دن بدن اردو اور دیگر زبانوں میں بڑھتی جا رہی ہے جس سے کشف المحجوب کی بلند پائیگی کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اشرف ندیم، جدید اردو لغت، طلبہ کے لیے، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع دوم، ۲۰۰٤ئ، ص ۲۲۱

۲۔ عطش درانی، فن ترجمہ اصول و مبادی، مضمون، مطبوعہ، ماہنامہ اخبار اردو، اسلام آباد، شمارہ جنوری ۱۹۸۵ء

۳۔ شہباز حسین، ترجمہ کی اہمیت، مقالہ، مشمولہ، فن ترجمہ نگاری، مرتبہ خلیق انجم، انجمن ترقی اردو ہند، اردگ گھر، راؤز ایونیو، نئی دہلی، اشاعت سوم، ستمبر ۱۹۹٤ء، ص ٦۲، ٦۳

٤۔ ظہور الحسن شارب، خم خانہ تصور، مقبول اکیڈمی، انار کلی لاہور، سن واشاعت ندار، ص ۱۷

٥۔ محمد موسیٰ امر تسری، حکیم، دیباچہ کشف المحجوب، اردو، از علامہ ابوالحسنات، سید محمد احمد قادری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، پاکستان، اپریل ۲۰۰۲ء، ص ۱۱

٦۔ محمد متعین ہاشمی، سید، سوانح حیات حضرت سید علی ہجویری، مشمولہ، داتا صاحب، حیات و افکار، مرتبہ، محمد اکرام چغتائی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۳۰۲

۷۔ اشرف ندیم، جدید اردو لغت، طلبہ کے لیے، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، طبع دوم، ۲۰۰٤ء، ص ٥٦۳

۸۔ محمد عبدالمجید یزدانی، پروفیسر، گنج مطلوب (اردو ترجمہ) کشف المحجوب، ناشر ا